۷

تبلیغی جدوجہد کے ساتھ دُعائیں بھی کرو

(فرمودہ ۱۰ - مارچ ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس ہفتہ میں ہمارے دُوسرے یوم التبلیغ کی تاریخ تھی اور جو رپورٹیں باہر سے آئی ہیں اور جو کام اس جگہ ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کچھ برکت کے سامان اپنے اندر رکھتی ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا کی اصلاح کی بہت کچھ امید کی جاسکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ کے کلام میں جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ [1] رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا بہادر جرنیل جو تمام انبیاء کے لباس پہن کر آیا ہے۔ ہر نبی کا خلعت، وہ خلعت جو حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا، وہ خلعت جو حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا، وہ خلعت جو حضرت کرشنؑ، حضرت رام چندرؑ، حضرت بدھؑ، حضرت زرتشتؑ کو دیا گیا غرض کہ جو کسی بھی ملک اور کسی بھی قوم کے نبی یا اوتار کو دیا گیا وہ سارے کے سارے جمع کرکے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس جرنیل کو پہنادیئے ہیں۔

یہ کوئی معمولی الہام نہیں، کوئی معمولی دعویٰ نہیں۔ حُلَل سے مراد اور خلعتوں کے معنی وہ کپڑوں کا لباس نہیں جو انبیاء اپنے اپنے زمانوں میں پہنتے تھے۔ یہ معنے تو بالبداہت غلط ہیں۔ حُلَل سے مراد یقیناً وہی لباس ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو پہنائے تھے۔ یعنی تقویٰ کا لباس مراد ہے، جسے قرآن کریم نے حقیقی لباس قرار دیا ہے۔ یا وہ انعاماتِ الٰہی کا لباس مراد ہے جو کہ ان کی ترقیات کا معیار ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ انسان کے مدارج کو پہچانا جاتا ہے۔ اور

عظمت کو شناخت کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی لباس مراد لے لو' یہ دعویٰ بہت عظیم الشان بنتا ہے اور کوئی جھوٹا شخص ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک احمدی کے دماغ میں نقص ہوگیا اُس نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور محمد ﷺ کا نام دیتا ہے۔ وہ شخص یہاں آیا تو آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے اسے نصیحت کی اور فرمایا دیکھو جب تمہیں الہام ہوتا ہے کہ تُو موسیٰ ہے تو کیا حضرت موسیٰ والے معجزے اور نشان بھی دیئے جاتے ہیں۔ جب تمہیں ابراہیم کہا جاتا ہے تو کیا حضرت ابراہیم کی سی تائید اور نصرت بھی حاصل ہوتی ہے اور آئندہ نسلوں کے متعلق انہی برکات کا وعدہ دیا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئیں۔ جب عیسیٰ کہا جاتا ہے تو کیا دعاؤں کی قبولیت کے معجزات بھی دیئے جاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ سے وابستہ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں' ملتا تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا بس پھر وہ شیطان ہے جو آپ کے ساتھ کھیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وعدے کئے جاتے ہیں ان کے ثبوت بھی ہوتے ہیں۔ لیکن شیطان جھوٹ بولتا اور بندے سے کھیلتا ہے۔ یہ دعویٰ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کوئی معمولی دعویٰ نہیں۔ پھر جب کوئی شخص دعویٰ کرے تو اس کیلئے ثبوت چاہئیں۔ اور یہ ثبوت دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مادی اور دوسرا روحانی۔ روحانی ثبوتوں کا مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہے اور مادی ثبوتوں کا مہیا کرنا بندوں کا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ فرمادیا کہ تُو ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ ہے' کرشن ہے۔ اور جب کہ اس نے فرمادیا کہ سب انبیاء کے نام لینے کی ضرورت نہیں۔ تُو جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ ہے۔ یعنی تُو وہ جرنیل ہے جو سب انبیاء کے لباس پہن کر آیا ہے۔

تو اس دعویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی ایک ذمہ داری عائد ہوتی تھی اور وہ یہ کہ جب اس نے آپ کو موسیٰ کہا تو اس کی کوئی علامت بھی دیتا۔ اور اُس نے دی' چنانچہ آپ کو موسیٰ قرار دینے کے ساتھ اس نے یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ کی طرح عصا بھی تجھے دیا گیا ہے۔ جو دشمن کے بنائے ہوئے سانپوں کو کھاجائے گا۔ جتنے سحر لوگ کریں گے' وہ سب ان کو باطل کردے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف موسیٰ ہی نہیں کہا بلکہ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تیرے خلاف تیرے دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملادیئے جائیں گے۔ اسی طرح آپ کو عیسیٰ کہا گیا تو

حضرت عیسیٰ کو دعاؤں کی قبولیت کا جو معجزہ دیا گیا تھا' وہ بھی آپ کو دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ بیماروں کیلئے دعا کرتے اور وہ شفایاب ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی فرمایا کہ تیری دعائیں قبول کرنے کا ہم نے فیصلہ کرلیا ہے۔ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ اِلاَّ فِیْ شُرَکَائِکَ ۱۵ سوائے ان بعض دعاؤں کے جو تُو نے اپنے شرکاء کے متعلق کی ہیں باقی تیری دعائیں قبول کی جائیں گی۔ گویا آپ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے بھی بڑھ کر وعدہ کیا۔ وہ تو صرف دعا کے ساتھ بیماروں کو اچھا کرتے تھے لیکن یہاں فرمایا کہ ہم بیماروں' تندرستوں' غریبوں' بے اولادوں غرض کہ سب کے متعلق تیری دُعا قبول کریں گے۔ اور اس طرح آپ کو صرف حضرت عیسیٰ کا نام ہی نہیں دیا گیا بلکہ ساتھ نشان بھی دیئے گئے۔ پھر آپ کو کرشن اور رودر گوپال بھی کہا گیا اور ساتھ ہی وعدہ فرمایا کہ کرشن کی خوبیاں بھی تجھے عطا کریں گے۔ تیری جماعت میں ایسے لوگ داخل کریں گے جو گائے کی طرح نفع رساں اور مسکین طبع ہوں گے۔ ایک طرف علوم کا سرچشمہ ان سے پُھوٹے گا' دوسری طرف وہ سختی اور تشدّد کے مقابلہ میں نرمی اور محبت کا اظہار کریں گے جس طرح گائے دودھ دیتی ہے۔

پھر اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک جذبہ محبت بھی رکھا ہے۔ دوسرے جانوروں مثلاً گھوڑے' اونٹ' بھینس وغیرہ پالتو جانوروں میں سے کسی کو دیکھ لو' ان میں سے جس کی آنکھ میں سب سے زیادہ محبت اور انکسار پایا جاتا ہے' وہ گائے ہے۔ اس کی آنکھ کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے جذبات کو ہم تک پہنچانا چاہتی ہے۔ مگر زبان بند ہونے کی وجہ سے مجبور ہے۔ اسی سے شاید ہندوؤں کو خیال ہوا کہ گائے ہماری ماں ہے۔ جو معنے گائے کی آنکھ میں نظر آتے ہیں وہ اور کسی حیوان کی آنکھ میں دکھائی نہیں دیتے۔ اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے کوئی شناخت ہے اور کچھ بتانا چاہتی ہے۔ اس کے دل میں خیالات آتے ہیں مگر چونکہ بولنے کیلئے زبان نہیں۔ اس لئے سارا زور آنکھ پر ڈال کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے گائے مسکینی کا نشان قرار دیا گیا ہے اور وہ باوجود فائدہ پہنچانے کے مسکینی کا نشان ہے۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تیری جماعت میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنا خون دوسروں کو چُوسوائیں گے مگر پھر بھی مسکینی کے ساتھ رہیں گے۔ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جمال کے مظہر ہوں گے۔ وہ دنیا کے فائدہ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کردیں گے مگر پھر بھی یہی سمجھیں گے کہ ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ پھر آپ کو ابراہیم کہا

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں تیری اولاد کو بڑھاؤں گا اور ترقی دوں گا۔ غرض آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کے نام دیئے ان کی روحانی تائیدیں بھی ساتھ دیں۔ صرف الفاظ ہی الفاظ نہیں ہیں۔ یا مثلاً جامع کمالات نبی کا نام آپ کو دیا گیا اور آپ کو ان کا شاگرد اور مظہر قرار دیا تو ان کے نشانات بھی آپ کو دیئے۔ نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے کہ اس کا مثل کوئی کلام نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ کیا کہ ہم تجھ سے ایسا کلام لکھوائیں گے کہ دنیا اس کی مثل لانے سے قاصر رہے گی۔ چنانچہ آپ نے دنیا کو یہ چیلنج دیا مگر کوئی مقابلہ پر نہ آسکا۔ رسول کریم ﷺ کا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے کلام کی معرفت عطا کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایسے معارف و حقائق سکھائے کہ اس میں بھی کسی کو بھی آپ کے مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نام دیا اس کے ساتھ روحانی تائید بھی دی۔ مگر ہر چیز کا جس طرح ایک روحانی پہلو ہوتا ہے' اسی طرح مادی بھی ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت کرشن کا روحانی حُلّہ یہ ہے کہ گئو صفت لوگ آپ کو دیئے گئے۔ اسی طرح اس کا مادی یا جسمانی حلہ یہ ہے کہ ان کی قوم آپ کو مان لے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ کی دعاؤں کی قبولیت کا معجزہ روحانی حُلّہ ہے جو آپ کو دیا گیا۔ اسی طرح ان کا جسمانی حُلّہ یہ ہے کہ ان کے ماننے والے آپ کی جماعت میں داخل ہوجائیں۔ پھر جس طرح حضرت موسیٰ کا عصا اور یدِ بیضاء عطا کیا جو حضرت موسیٰ کا روحانی حُلّہ ہے ان کا جسمانی حُلّہ یہ ہے کہ یہودی آپ پر ایمان لائیں۔ جس طرح زرتشت نبی کی تعلیم کی وسعت آپ کو دی گئی جو روحانی حُلّہ ہے اسی طرح اس کا جسمانی پہلو یہ ہے کہ ان کو ماننے والے آپ کی جماعت میں شامل ہوجائیں۔ اور ایک شخص کا کسی کا وارث ہوجانا اسی مقام پر اسے کھڑا کردیتا ہے۔ جب ایک بادشاہ فوت ہو اور دوسرا اس کی مملکت کا حکمران مقرر ہو تو وہی نام وہ اختیار کرلیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا کام تھا وہ اس نے کردیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت کرشن اور دیگر انبیاء کے نام اور ان کے کمالات عطا کردیئے اور ظِلّی طور پر آپ کو محمد ﷺ کا نام اور آپ کے کمالات بھی دیئے۔ اب دوسرے حصہ کو پورا کرنا ہمارا کام ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر اُمت کے لوگوں کو لاکر آپ کی جماعت میں داخل کریں۔ ہمارا یہ یوم التبلیغ کیا تھا وہ

جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ تھا- اور اس ذریعہ سے جتنے لوگوں کو ہم اسلام میں داخل کریں گے' اتنے ہی زیادہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہوں گے- ابھی مجھے ساری رپورٹیں نہیں ملیں مگر جو ملی ہیں وہ بہت خوشکن ہیں-

غیراحمدیوں نے ہماری مخالفت کی اور مقابلے پر آمادہ ہوگئے- مگر ہندوؤں نے جس محبت اور شرافت سے باتیں سنیں اور جس روح کا اظہار کیا' اس کا دسواں حصہ بھی مسلمانوں نے اس موقع پر نیز پچھلے یوم التبلیغ کے موقع پر نہیں کیا تھا- سوائے شاذ کے ہر جگہ ہندوؤں نے احمدیوں کا تپاک کے ساتھ استقبال کیا- خوشی کے ساتھ بٹھایا اور محبت کے ساتھ باتیں سنیں- قادیان کے ایک دوست جو تبلیغ کیلئے باہر گئے ہوئے تھے' انہوں نے سنایا کہ انہیں ایک ہندو نے جو موٹر میں بیٹھے تھے اپنے ساتھ بٹھالیا کہ اپنی باتیں سناؤ اور ساتھ لے جاکر ان کی باتیں سنتے رہے- پھر قادیان کے قریب آکر انہیں اُتار دیا- امرتسر میں ہمارے ایک دوست ایک سکھ عالم کے پاس گئے تو انہوں نے نہایت تکریم کے ساتھ بٹھایا- اور اس امر پر افسوس کیا کہ آپ تبلیغ تو ہم لوگوں کو کرتے ہیں اور ان مولویوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ آپ کی خوامخواہ مخالفت کررہے ہیں- انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اسلام کا سخت مخالف تھا اور رسول کریم (ﷺ) کو ڈاکو سمجھتا تھا مگر مرزا صاحب کی کتب کے مطالعہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں سخت غلطی پر تھا اور اُس دن سے میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں- خدا جانے ان مولویوں کو کیا ہوگیا اور یہ لوگوں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں- میرے دل میں اگر اسلام کی عزت ہے تو محض مرزاصاحب کے طفیل ہے- اِس میں شبہ نہیں کہ غیراحمدیوں میں بھی مخالفت کرنے والے بہت محدود ہیں- اور عام تعلیم یافتہ طبقہ جیسا کہ اخبارات وغیرہ سے پتہ لگتا ہے' ان کی اس حرکت کو بُرا سمجھتا ہے اور یہ خوشکن تبدیلی ہے- مگر ہندوؤں کی بیداری مسلمانوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے- بعض جگہ مسلمانوں نے ہمارے دوستوں کو گالیاں دیں اور کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ- لیکن ہندوؤں نے ان کو بدزبانی سے روکا اور کہا یہ تو ہمیں تبلیغ کرتے ہیں' تم کیوں منع کرتے ہو- پھر ان کو بٹھایا اور ان کی باتیں سنیں- لیکن غیراحمدیوں نے بعض جگہ احمدیوں کے مکانوں اور دکانوں پر جاکر سیاپے کئے' گالیاں دیں اور یہ نہ سوچا کہ ان باتوں سے بھلا کیا بنتا ہے- یہ تو جھوٹے اور شکست خوردہ کی علامات ہیں- جب کوئی شکست کھاتا ہے تو گالیوں پر اُتر آتا ہے- لیکن جو غالب ہوتا ہے وہ گالی نہیں دیتا- کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایک تھپڑ

مار کر مخالف کے دانت باہر نکال دوں گا- دو لڑکے جب آپس میں لڑ رہے ہوں تو جو مارے وہ تو چُپ چاپ کھڑا ہوجاتا ہے- لیکن جو مار کھائے' وہ روتا بھی ہے اور گالیاں بھی دیتا جاتا ہے- تو ان غیراحمدیوں کی ایسی حرکات کو ہم کچھ نہیں سمجھتے- بہرحال ان دونوں ایام التبلیغ سے ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ دنیا میں شریف انسانوں کی کمی نہیں-

پہلے یوم التبلیغ پر یہ معلوم ہوا تھا کہ مسلمانوں میں شرفاء کی کمی نہیں- اور دوسرے سے یہ ظاہر ہوگیا کہ ہندوؤں میں ذاتی شرافت رکھنے والے لوگ مسلمانوں سے بھی زیادہ ہیں- مسلمان مذہب کے لحاظ سے ان سے زیادہ پُرشوق ہیں- مگرچونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم گر رہی ہوتی ہے تو اس کے اخلاق بھی گر جاتے ہیں- اِس لئے ذاتی شرافت رکھنے والے ہندوؤں میں بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ہندو قوم اب اُٹھ رہی ہے- ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ اگر ہماری تبلیغی مساعی جاری رہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ اپنے مادی رنگ میں بھی بہت جلد پورا ہوجائے گا- یعنی ہر مذہب کے لوگ سلسلہ میں داخل ہوجائیں گے- لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کیلئے صرف تبلیغ کی ضرورت نہیں- اس کیلئے صرف ایک دن کی تبلیغ کافی نہیں بلکہ مستقل تبلیغ اور ساتھ ہی دعاؤں کی ضرورت ہے- دل انسانی تدبیروں سے فتح نہیں ہوسکتے جس کیلئے اللہ تعالیٰ چاہے اِسی کیلئے فتح ہوسکتے ہیں- اور اس کے رستہ میں پھر کوئی روک نہیں ٹھہر سکتی- لیکن جس سے اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیر دے' اس کے اخلاق بھی سب ہیچ ہوجاتے ہیں- بعض اشخاص اچھے اخلاق رکھتے ہیں مگر لوگ پھر بھی ان سے بیزار ہی ہوتے ہیں- اور بعض سخت مزاج ہوتے ہیں مگر لوگ ان پر فریفتہ ہوتے ہیں- بعض لوگ راستباز ہوتے ہیں مگر لوگوں میں ان کا اعتبار نہیں ہوتا- اور بعض جھوٹ بھی بول لیتے ہیں مگر لوگوں کو ان پر اعتماد ہوتا ہے- اور ان کا جھوٹ ظاہر ہوجانے پر بھی کہہ دیتے ہیں کہ غلطی ہوہی جاتی ہے- مگر اس کے مقابلہ میں ایک راستباز کی سچی بات کو بھی بناوٹ اور فریب کہہ دیتے ہیں- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص بہت نمازیں پڑھا کرتا تھا- مقصد اس کا یہ تھا کہ متقی مشہور ہوجائے اور لوگ اس کی عزت کریں- مگر اللہ تعالیٰ کو چونکہ اسے ہدایت کا رستہ دکھانا اور اس سے خاص سلوک کرنا تھا اس لئے اس کی اس قدر عبادتوں کے باوجود لوگ اسے منافق اور ریاکار ہی کہتے- دس بارہ سال تک وہ کوشش کرتا رہا مگر کامیابی نہ ہوئی- ایک دن وہ

گزر رہا تھا کہ اس نے سنا' دو لڑکے آپس میں کہہ رہے تھے یہ بڑا منافق ہے۔ اس کے دل پر اس سے سخت چوٹ لگی۔ اور اس نے سوچا کہ اتنی مدت دنیا کو خوش کرنے کی کوشش کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا' اب دنیا کی عزت وذلت کو نظرانداز کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہیئے۔ یہ نیت کرکے وہ جنگل میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے آگے خوب رویا اور سچی توبہ کی اور کہا کہ اے اللہ! اب کسی بندے کی طرف میرا خیال نہیں' میرا مقصود تیری ذات ہی ہے۔ اس طرح وہ توبہ کرکے آرہا تھا کہ رستہ میں دو آدمی اُسے ملے جو اُسے دیکھ کر کہنے لگے کہ دیکھو اِسے لوگ منافق کہتے ہیں' بھلا یہ شکل منافقوں والی ہے۔ دنیا بھی کیسی بلا ہے ہمیشہ نیکوں کو بُرا کہتی ہے۔

تو اصل بات یہ ہے کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ہمارا فرض تبلیغ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کے بغیر اس میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اِس لئے ایک طرف تبلیغ کرو اور دوسری طرف دعاؤں پر زور دو۔ اور اِس گھڑی سے زیادہ خوشی کی گھڑی جو دعا میں گزرے اور کون سی ہوسکتی ہے۔ دعا کیا ہے؟ یہ بندہ اور خدا کی رُو در رُو گفتگو ہے۔ اپنی ماں سے بچھڑا ہوا بچہ جب اُسے دیکھتا ہے اِس کا دل بلیوں اُچھلنے لگتا ہے۔ اِسی طرح جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو' اُسے دعا میں ایسا لطف آتا ہے کہ دعا کرتے وقت اگر اُسے تمام دنیا کی بادشاہت بھی دے دی جائے تو وہ اُسے ٹھکرا دے گا اور کہہ دے گا کہ جاؤ اسے لے جاؤ۔ اِس وقت میری آنکھیں میرے محبوب پر لگی ہوئی ہیں۔ دعا دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو مقامِ محمدی کی ایک جھلک دکھانے کیلئے ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ گویا انبیاء کو جو مقام ہر وقت نصیب ہوتا ہے' وہ دُعا کے وقت ہر ایک مومن کو حاصل ہوسکتا ہے۔ پس تبلیغ بھی کرو اور ساتھ ہی دعاؤں پر زور بھی دو۔ اس طرح ایک طرف تو دنیا کی اصلاح ہوجائے گی اور دوسری طرف تمہاری اپنی اصلاح ہوگی اور تم روحانیت میں ترقی کرو گے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ اسے کفروضلالت کی موت دے۔ جو شخص بُھولے ہوئے بندوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کی شان کبھی پسند نہیں کرتی کہ وہ خود گمراہ ہوجائے۔ اگر اس کے اندر کوئی نقص بھی ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کو نہیں پاسکتا تو اللہ تعالیٰ اسے خود دور کردے گا۔ اور اس کی موت سے قبل اس کے عمل اگر اسے اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں پہنچاسکے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے اس مقام پر کھڑا کردے گی۔ کیونکہ اس نے بنی نوع انسان کی ہمدردی اور عشقِ الٰہی کا ایسا نظارہ پیش کیا کہ اگر

وہ اب بھی خدا کو نہیں مل سکتا تو معلوم ہوا کہ وہ اپاہج ہے اور جانتے ہو ایک ماں اپنے اپاہج بچے سے کیا سلوک کرتی ہے۔ وہ اپنے دو سال کے تندرست بچے کو تو اُنگلی پکڑا کر ساتھ چلائے گی۔ لیکن آٹھ دس سالہ اپاہج بچے کو گود میں اُٹھالے گی۔ اسی طرح جب دوسرے لوگ چل کر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اس اپاہج کو گود میں اُٹھا کر لے جائے گی۔ پس یہ مت سمجھو کہ تبلیغ کرکے تم خدا یا رسول پر کوئی احسان کرتے ہو بلکہ خود اپنے آپ پر احسان کرتے ہو۔ کیونکہ ایسا کرکے تم خدا کی رسیوں سے کھنچے ہوئے اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ پس اس معاملہ میں تمہارا احسان دوسروں پر نہیں بلکہ اپنی جان پر ہی ہوگا۔

(الفضل ۱۶ - مارچ ۱۹۳۳ء)

---

[۱] تذکرہ صفحہ ۷۹۔ ایڈیشن چہارم

[۲] تذکرہ صفحہ ۲۶۔ ایڈیشن چہارم